Journal of Islamic Civilization and Culture (JICC)

JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION AND CULTURE(JICC)

Volume 4, Issue 1 (January-June, 2021)
ISSN (Print):2707-689X
ISSN (Online) 2707-6903
Issue: http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/10
URL: http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/10
Article DOI: https://doi.org/10.46896/jicc.v4i01.133

Title Temples and Shrines in Multan: An Analytical Study

Author (s): Sobia Khan and Monazza Hayat

Received on: 29 June, 2020
Accepted on: 29 May, 2021
Published on: 25 June, 2021

Citation: Sobia Khan and Monazza Hayat, "Construction: Temples and Shrines in Multan: An Analytical Study," JICC: 4 No, 1 (2021): 1-18

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Islamic Research Index
HEC Approved Research and Indexing Agency
INTERNATIONAL Scientific Indexing
المنهل ALMANHAL
ASIAN Research Index
Crossref
Click here for more

ملتان میں مندر اور خانقاہیں: ایک تجزیاتی مطالعہ

Temples and Shrines in Multan: An Analytical Study

*ثوبیہ خان

**منزہ حیات

Abstract

The Multan city figures prominently during the Alexander's invasion of India as the principal town of the Malli. The ancient form of the latter would in this case be Malasthan, from which the modern Mooltan or Multan would be an easy abbreviation The name of Mooltan translates "City of the Temple of the sun", an epithet derived from the worship of the sun for which the city was once famous. Rig veda was written in place of Multan (711–855) Muhammad bin Qasim would come on behalf of the Arabs, and take Multan along with Sindh. His conquest was accompanied by much plundering Muhammad bin Qasim's conquest; the city was securely under Muslim rule, although it was in effect an independent state. There are various Mausoleums and shrines of Multan due to Multan's rich heritage of saints. 11th century, the city was attacked twice by Mahmud of Ghazni who destroyed the Sun Temple and broke its giant Idol Ismaili state. Mahmud of Gazni invaded in 1005. During this era many saints came in Multan and its preaching the result Islam has been spread rapidity Multan and all over the sub-continent. Today's Multan is known as the "City of Saints" because besides Sheikh Bahauddin Zakariya, other prominent saints such as Shah Rukn-e-Alam, Shamsuddin Sabzwari Multani, and Muhammad Shah Yusaf Gardez and Shams Tabrez are also buried in this city. This article intends to introduce Multan and its Mausoleums and shrines.

Keyword: Multan, Temple, Shrines, An Analytical Study.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، دی گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی، بہاولپور

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

سات دریاؤں کی سرزمین جو اپنی ابتداء اور قدامت سے بے خبر دریاؤں کی موجوں کی دوستی میں ایسی گم کہ کبھی اجڑی اور اجڑتی اور بستی رہی۔ یہاں سے ہر عہد میں رشد وہدایت کے چشمے پھوٹے اور ایک عالم کو سیراب کرتے چلے گئے۔ عالم تاریخ نے جب اس خطہ قدیم کی آغوش میں آنکھ کھولی تو سب سے پہلے آریہ حملہ آور کو یہاں پایا جو سندھ (سندھو)، جہلم (دتستا)، چناب (اُسکنی)، راوی (پروشی)، بیاس (وپاش)، ستلج (شندری)، اور ہاکڑہ (سرسوتی) سے زرخیز اس علاقہ سے درواڑ قوم کو بھگا کر اپنے قدم جمانے میں مصروف تھے۔ آریاؤں کی تہذیب طبقاتی تھی، ملتان میں زیادہ تر برہمن آباد آئے۔ جن میں اکثریت سفید ہن کی تھی۔ دوسرا طبقہ ساگت کی اولاد سے تھا جو بعد میں گت یا جٹ کہلایا۔ چینی سیاحوں نے بھی انہیں یاتی، جاتی یا جٹ لکھا ہے، اس نسل سے سندھ ملتان اور پنجاب کے علاقوں میں بڑی ترقی کی اور آریہ تہذیب کے زیر اثر تقریباً ڈیڑھ سو گتوں میں بٹ کر یہاں کی بودوباش اختیار کرلی۔ ان میں برہمن، کھتری اور اروڑہ نواح ملتان میں بکثرت آباد ہوئے۔ شہر ملتان میں کھتریوں کی تعداد زیادہ تھی لیکن ضلع ملتان میں مجموعی طور پر اروڑوں کی اکثریت تھی۔ عربوں کی آمد کے بعد یہاں کے لوگ اسلام سے زیادہ متاثر ہوئے۔ اگرچہ انہوں نے اپنی ذاتیں برقرار رکھی اور پرانی رسم ورواج کے پابند رہے۔ مگر بلحاظ عقائد پختہ مسلمان بن گئے۔ سنسکرت زبان میں 'ملا' کے معانی ''جڑ، مادہ'' کے ہیں اور 'ستھان' علاقے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ملتان میں مہر پرستی کے ضمن میں دیدہ مہر نور کا سرچشمہ ہے اور ایک مستند شاستر، امراکوشا، میں سورج کو واردھنا کہا گیا ہے جو کہ سنسکرت لفظ ملا کا متبادل ہے۔ اس طرح ملاثانہ، ملاٹانہ کا مطلب سورج کا مندر بنتا ہے۔ یہ پروفیسر ولسن کا نظریہ ہے جس کی جنزل کنہنگم نے بھی اپنی کتاب قدیم جغرافیہ میں توثیق کی ہے۔[1]

ملتان انقلابات زمانہ کے تحت جس قدر نام پائے ان میں اس کا سب سے پہلا نام'' میسان'' تھا جس کی تواریخ تائید کرتی ہیں۔ قدیم زمانہ میں میسان ہی ملتان کا اولین نام تھا۔[2] منشی حکم چند ''تواریخ ضلع ملتان میں لفظ ملتان کی تلاش قدیم ہندو دیومالا اور سنسکرت زبان میں کرتا ہے۔ حکم چند لکھتا ہے، ''ہندوؤں کے مطابق'' ست جُگ'' میں ہران کشاب راکشل اور پراہلاد بھگت رہا کرتے تھے۔ اس دور میں لوگ لفظ ملتان کے ماخذ کو یوں بیان کیا کرتے تھے کہ اس علاقے میں سب سے پہلے آباد ہونے والا مل کہلاتا تھا اور اسی نسبت سے اس شہر کو ملتان کہا جانے لگا۔ دوسرا یہ کہ سنسکرت زبان میں مل کے معنی ''آغاز'' کے ہیں۔ چونکہ یہ شہر انسانی آبادکاری کے اولین

دور میں آباد ہوا تھا، اسی لئے سب سے پہلے اسے مُل ترنگ'' کہا جانے لگا جو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ملتان بن گیا۔ تیسرا یہ کہ سنسکرت میں مُل کا مطلب'' مرکز'' لیا جاتا ہے اور ستھان'' جگہ'' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ یہ شہر ہندوستان کے وسط میں آباد ہوا، اسی لئے اسے ملستھان کہا جانے لگا''۔[3]

ملتان کی تہذیب کی طرح ملتان کے نام نے بھی صدیوں کا سفر ارتقائی مراحل میں طے کیا اور دنیا کے تمام قدیم شہروں کی طرح ملتان کے بھی مختلف ادوار میں مختلف نام رہے۔ ایک قدیم شعر ہے۔

ھنس پور ' بھاگ پور ' شام پور اور چوتھا پور ملتان

پانچواں پور بہاج کر تھیسی اری پور سلتان

بقول البیرونی:'' اس قدیم شہر کے بہت سے نام ہیں۔ آخری نام مول استھان ہوا۔ اس سے مولستان اور پھر کثرت استعمال سے مولتان ہو گیا۔''[4] ملتان کی بنیاد رکھنے والے حضرت نوح کی اولاد میں سے تھے اور ان لوگوں نے اس شہر کو آباد کرنے والے سردار کے نام پر اس شہر کا نام ملتان رکھا۔ دوسرے مسلمان مؤرخین کے نزدیک یافت بن نوح سیل عظیم (طوفان نوح) کے بعد کافر ہو گیا تھا اور اس شہر میں آن بسا تھا۔ ھنس کا تعلق یافث کی اولاد سے تھا، جو ایک بہت بڑا راجہ بنا اور اس نے اس شہر کی بنیاد رکھی جو اس کے نام کی نسبت سے'' ھنس پور'' کہلانے لگا۔ یہ شہر پانچ سو سال تک قائم رہا اور اس کے بعد قانونِ تنزل کی لپیٹ میں آ گیا اور وقت میں تحلیل ہو گیا۔ اگلے پانچ سو سال کے دوران یہ شہر وقت کے ہاتھوں پامال خرابے کا منظر پیش کرتا رہا جب تک کہ راجہ بھگت کش نے اسے از سر نو آباد کیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ شہر ایک بار پھر انسانی آبادکاری سے محروم ویرانے میں تبدیل ہو گیا اور ایک بار پھر اسے آباد ہونے میں میں پانچ صدیاں لگیں۔ تاہم یہ شہر ایک مرتبہ پھر آباد ہو گیا۔ اس مرتبہ اسے آباد کرنے والا راجہ شام پرم ناتھ تھا اور اسی نسبت سے اسے ''شام پور'' کہا جانے لگا۔ چند ایک صدیاں آباد رہنے کے بعد اس شہر کو دریا بہالے گیا اور محض ایک چھوٹا سا قلعہ اس غرقابی کے سامنے سینہ سپر رہا اور دریا اس کی بہادری کے اعتراف میں قدم بوسی کے بعد واپس چلا گیا۔

اس سیل اصغر کی واپسی سے چند ایک صدیاں بعد راجہ مور اس علاقے میں شکار کی غرض سے داخل ہوا۔ راجہ مور کو یہ علاقہ اس حد تک پسند آیا کہ اس نے یہاں شہر آباد کیا اور اس کا نام، اپنے نام کی نسبت سے ''مور تران'' رکھا۔ مور تران بعد میں'' مولتران'' اور پھر اسلوب بیان کے زیر اثر ''مولتانہ'' یا پھر'' مولتان'' بن

کر رہ گیا۔ ایڈرو وارڈ ٹامس کے مطابق قدیم سکوں پر محض لفظ" ملتان" درج ہے۔[5] اسی طرح محققین کے مطابق رگ وید کتاب چہارم اشلوک 23 میں ملتان کے علاقہ کو" سپت سندھو یا سات سندھو" کا نام دیا گیا۔ جس کے معنی سات دریاؤں کی سرزمین" کے بنتے ہیں۔ آریا زبان کا یہ لفظ سپت سندھو" ایرانیوں کی مقدس کتاب اوستا میں ہندوستان میں بدل گیا۔[6]

رگ وید انسان کے علم میں سب سے پرانی کتاب اور آریہ قوم سے منسوب ہے، رگ وید میں جہاں برصغیر کی کئی اقوام اور شہروں کا ذکر ملتا ہے۔ وہیں اس کی پہلی کتاب اور 133 ویں گیت میں دو شہروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کا نام" ویل استھان کا" اور مہاویل استھا" ہے۔ دونوں شہروں کے بارے اندر دیوتا سے استدعا کی گئی ہے۔ " اے مگھون (اندر) تباہ شدہ شہر ویل استھا کا اور تباہ شہد مہاویل استھا میں جادوگرہوں کے غول تباہ کر دے۔ مورخین کی رائے ہے کہ چونکہ ملتان کا ایک قدیم نام "مول استھان" بھی رہا ہے اس لئے اغلب ہے کہ رگ وید کا" ویل استھان" یا "مہاویل استھا" تین ہزار سال قبل از مسیح کا ملتان ہی ہے اور ملتان کا نام اس وقت شاید" ویل استھان"ہو؟ اور یہ ویل استھان ملتان کے دیگر ناموں کی طرح زمانے گزرنے کے ساتھ ساتھ بتدریج تغیر و تبدیل کے ساتھ "مول استھان" بن گیا ہو۔[7]

ملتان میں رہنے والی تہذیب کا نام ملی تھا بقول ابن حنیف اس قوم کا یہ نام رفتہ رفتہ ملاملی اور ملوئی وغیرہ بن گیا؟ پھر کیا یہ بھی امکان ہے کہ ویل استھان کا (ویلا سٹھان کا یا ولا استھان کا، اس قوم (ولا) کا مرکزی اور اہم ترین شہر تھا۔ اور یہ ویل استھان کا، ہی دراصل ملتان تھا؟ یہ سب باتیں ممکن ہیں اور اگر یہ ممکن ہیں تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ رگ وید کا ویل استھان کا ہی دراصل ملتان تھا۔[8] سلامی تاریخ کی بات کی جائے تو ملتان کو سب سے پہلے 712 عیسوی میں محمد بن قاسم نے فتح کیا اور اسلامی سلطنت ی بنیاد رکھی۔ محمد بن قاسم کے بعد 997 عیسوی میں محمود غزنوی نے ہندوستان کو فتح کرنے کے ساتھ ملتان کو بھی فتح کیا اور اسے اپنی حکومت میں شامل کیا، 571 ہجری بمطابق 1175 عیسوی میں سلطان شہاب الدین محمد غوری نے خسرو ملک کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کر لیا۔ سلطان غوری کے بعد بے شمار خاندانوں نے اس کو اپنا پایہ تخت بنائے رکھا، جن میں خاندانِ غلاماں، خاندانِ خلجی، خاندانِ تغلق، خاندانِ سادات خاندانِ لودھی اور پھر مغلیہ سلطنت کے حکمرانوں تک ملتان مسلم سلطنت کا حصہ رہا، 1857 کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے ملتان پر مکمل قبضہ کر لیا۔ اور

1947 تک برٹش امپائر کے کنٹرول میں رہا۔ آزادی کے بعد یہ پاکستان کا حصہ بنا۔

ملتان کے قدیم نام

ملتان کے قدیم نام درج ذیل ہیں:۔

i کشپ پور، ہندوؤں کی دیومالا کے مطابق اسے برہما کے لڑکے کشپ نے آباد کیا اور اس کا نام کشپ پور تجویز ہوا۔ کشپ ہندوؤں کے نزدیک ۱۲، ادتیادی یا سورج دیوتاؤں کا باپ تھا۔

ii پرھلاد پورہ، کشپ کا سب سے چھوٹا لڑکا پرھلاد خدا کے وجود کا قائل تھا اور اس پاکیزہ عقیدہ کی وجہ سے اس کے عہد میں ملتان نے پرھلا پورہ نام پایا۔

iii سنب پورہ، پرھلاد کے پوتے بانا کے مخالف سنبہ نے اس کا نام سنب پورہ کر دیا اور سورج کی پرستش کو دوبارہ رائج کر کے اسے بہت فروغ دیا۔ ایک خوبصورت بت سورج دیوتا کی یاد اور عبادت کے لئے بنایا جسے ادیتہ سنتھان نامی مندر میں رکھا۔

iv ہنس پورہ اور (بھاگ پور)، یہ دو نام سنسکرت پرانی کتابوں میں ملتان کے لئے ملتے ہیں۔

v مول استھان پورہ، ادیتہ دیوتا کے مندر کے اجراء کے بعد مول استھان پورہ کہلایا۔ سنسکرت میں "مولا" کے معنی اصل کے ہیں اور استھان کے معنی جگہ کے۔

vi ملتان، مول استھان پورہ ملتان بن گیا۔ عام خیال ہے کہ مولتان کا نام مالی استھان تھا اور یہ اس لئے کہ سکندر کے وقت یہاں ہندوؤں کی ایک شاخ مالی آباد تھی۔ ایک روایت کے مطابق ادیتہ دیوتا کی نسبت سے مو لتان نام پایا۔ یہ بت صدیوں تک قائم رہا اور ان طلائی تحائف کی

رعایت سے جو اس بت پر چڑھائے جاتے تھے۔ ملتان کو عرب سیاحوں نے بیت الذہب کا نام دیا۔[9]

(الف) تاریخ ملتان میں قدیم مندروں کی اہمیت

انسان جب غاروں سے نکلا تو آہستہ آہستہ اس نے زمین کی سطح پر پر شکوہ عمارت تعمیر کرنا شروع کر دیں۔ یہ انسانی تعمیرات بعد ازاں کسی بھی خطے کی نشانیاں قرار پائیں اور اس علاقے کی پہچان بن گئیں۔ پاکستان کے شہروں میں ملتان کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ سب سے قدیم تر ہے مگر بد قسمتی سے یہاں آثار قدیم زمانوں کی گواہی دینے کے لیے بچ نہیں سکے۔ اگرچہ اس کی قدامت ترکی کے قدیم شہر ٹرائے اور برصہ پر بھی مقدم ہے۔

روم تو اس کے مقابلے میں صدیوں بعد آباد ہوا تھا۔ ملتان قدیم زمانے میں ہندو مت کا اسی طرح مرکز تھا جیسے مکہ عالم اسلامی کا کہتے ہیں ابھی ثقافت نے آنکھ نہیں کھولی تھی کہ ملتان کرہ ارض پر اپنے مکمل جغرافیائی خدوخال کے ساتھ موجود تھا۔ پرہلاد بھگت کا زمانہ ہندو مذہبی کتب کے مطابق ہزاروں سال پہلے کا زمانہ تھا۔ ملتان میں اس عہد کی ایک یادگار باقی ہے۔

1۔ پرہلاد مندر

ملتان میں قدیم ہندو عہد کی سب سے پرانی نشانی پرہلاد مندر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اندازاً 1500 ق م میں خود پرہلاد بھگت نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ مندر ملتان کے پرانے قلعے کی سطح مرتفع پر بنا ہوا تھا اور خانقاہ حضرت شیخ بہاؤ الحق زکریا سے ملحق تھا۔ جس کے پہلو میں نرسنگھ اوتیار کی مورتی رکھی تھی۔ ہندو دیومالائی داستان کے مطابق پرہلاد بھگت کشپ کا بیٹا تھا۔ جس کے نام سے ملتان کشپ پور کے نام سے آباد ہوا تھا۔ اسی کشپ کو جس کا نام ہرناکشپتی بھی ہے برہمانے لافانی قرار دیا تھا۔ وہ بے چارہ اسی زعم میں خدا بن بیٹھا تھا۔ اس کا بیٹا پرہلاد اس کے اس دعوٰی کا منکر اور حقیقی خدا کے وجود کا قائل تھا۔ پرہلاد اس لحاظ سے سرزمین ملتان کا پہلا موحد بادشاہ تھا۔ کشپ نے اپنے بیٹے کو اس کے صحیح خیالات کی سزا دینے کے لیے آگ کی ایک چتا بنوائی جو سونے کے کھوکھلے مخروطی ستون شکل کی تھی۔ اس چتا میں آگ کو دہکا کر پرہلاد کو اس سے باندھ دیا گیا۔ کہتے ہیں پرہلاد کی آہ زاری سے متاثر ہو کر نرسنگھ ظاہر ہو گیا اور اس نے سونے کے اس گرم ستون کو مٹی کی طرح ٹھنڈا کر دیا اور پرہلاد کے باپ کشپ کو قتل کر کے پرہلاد جی کو تخت پر بٹھا دی۔ اسی واقعہ کی یاد میں تقسیم سے قبل یہاں ' نرسنگھ چودس" نام کا بڑا میلہ لگتا تھا۔ جو ہندوؤں کا ایک بڑا تہوار تھا۔ 1860ء میں مندر کی تعمیر و مرمت کی گئی تھی۔[10]

2۔ آدتیہ نامی بت (سورج کنڈ مندر)

ملتان کے ہندو آثار الصنادید میں دوسرا اہم آچار سورج کنڈ نامی تالاب ہے جو اپنے نام کی نسبت آدیتہ یا سورج دیوتا سے تعلق رکھتا ہے۔ شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر چوک شاہ عباس سے رنگ پور جانے والی سڑک اور پرانے شجاع آباد روڈ کے سنگم پر سورج کنڈ کی طرف جانے والا راستہ نکلتا ہے۔ یہ تالاب 132 فٹ کے قطر میں 24 فٹ سے زیادہ گہرا تھا۔ بقول البیرونی کتاب ہند میں سورج کنڈ مندر بارے میں بیان کرتے ہیں۔

ہندوؤں کا ایک مشہور بت ملتان کا بت تھا جو سورج کے نام پر بنایا گیا تھا اور اسی نسبت سے اس کا نام آدتیہ تھا۔ یہ بت لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس پر سرخ رنگ کا قرطبی چمڑا منڈھا ہوا تھا اور آنکھوں کی جگہ دو سرخ یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ ہندوؤں کے کہنے کے مطابق یہ پچھلے کرتا یگ میں بنایا گیا تھا۔ اگر یہ کرتا یگ کے آخر میں بھی بنایا ہو تب بھی اسے بنے ہوئے دو لاکھ سولہ ہزار چار سو بتیس سال گزر چکے ہیں۔ جب محمد بن قاسم نے ملتان فتح کیا اور وہاں کی رونق اور دولت کے اسباب پر غور کی تو اسی بت کو اس کا سبب پایا جس کی زیارت کے لیے لوگ ہر طرف سے کثیر تعداد میں وہاں آتے تھے۔ اس لیے اس نے اس بت کو اسی طرح رہنے دینا مناسب سمجھا لیکن اس کی توہین کے لیے اس کی گردن میں گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا لٹکا دیا۔ اور وہاں پر ایک مسجد تعمیر کرا دی بعد میں جب ملتان پر قرامطہ کا قبضہ ہو گیا تو جلم ابن شیبان نے جو ملتان پر بزور قابض ہو گیا تھا اس بت کو توڑ ڈالا اور اس کے پجاریوں کو مار ڈالا اور اپنے محل کو ایک بلند جگہ پر اینٹوں سے بنایا اور پرانی مسجد کی جگہ نائی مسجد بنا دی۔ اس نے پرانی مسجد کو بند کر دیا جس کی وجہ بنو امیہ سے اس کا کینہ اور اس کی بنائی ہوئی ہر چیز سے اس کی بے پناہ نفرت تھی۔ لیکن جب امیر محمود رحمتہ اللہ علیہ نے ان ملکوں کو قرامطہ سے بے دخل کر دیا تو پرانی مسجد میں از سر نو جمعہ کی نماز کا آغاز کیا اور دوسری مسجد کو بند کرا دیا۔ اب اس جگہ مہندی کا کھلیان قائم ہے۔[11] ملتان کے لوگ ایک تہوار مناتے ہیں۔ اسی تہوار کو ساسب پوریاترا کہتے ہیں۔ یہ تہوار سورج (دیوتا) کی تعظیم میں منایا جاتا ہے اور وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اس (دیوتا) کی موجودگی سے الوہی حفاظت مل جاتی ہے اور وہ اسے تمام مصائب اور بدبختیوں کے خلاف محافظ خیال کرتے ہیں۔ جب کوئی آس پاس کا حکمران ملتان کے خلاف اعلان جنگ کرتے تھے تو پجاری حملہ آور کو سورج دیوتا کے غیض وغضب سے ڈراتے تھے اور اس (غنیم) کی تباہی کی پیش گوئی کرتے تھے۔ چنانچہ حملہ آور فوراً واپس لوٹ جاتے"۔[12]

3۔ مندر تو تلامائی واقع حرم دروازہ شہر ملتان

تو تلامائی کا مندر سورج کنڈ روڈ کے مغرب کی طرف ایک بہت بڑے ٹیلے پر ہوا کرتا تھا۔ یہ ٹیلہ ملتان شہر کی قدیم روایت جگہوں میں سے ایک ہے۔ ایک شعر ہے:

ہسنگ لاج بچھم شاستری، تو تلا گھر ملتان
نگر کوٹ دکھ بھنجنی، تنوں دیو پردھان

یعنی تین مشہور دیویاں ہیں: مغرب کے بنگ لاج میں شاستری؛ ملتان کی تو تلا، اور نگر کوٹ کی دکھ بھنجنی۔ اورنگ زیب کے عہد میں اس مندر کو ایک مسجد میں تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ دیوی چلتی ہوئی ایک ملحقہ کنوئیں میں کود گئی۔ اسے آج بھی" مورت والا" کنواں کہتے ہیں۔ تاہم، مقبرے کا پجاری ایک طبیب تھا۔ اس نے بادشاہ کے بیٹے کو لاحق ایک اندرونی درد کا علاج کیا اور مورتی نکال کر شہر میں ایک چھوٹے مکان میں پہنچانے کی اجازت حاصل کرلی۔ یہ مکان اندرون شہر حرم گیٹ کے قریب ہے۔ اس کا آغاز سکھ دور میں ہوا جب بندن ہزاری کاردار تھا۔[13]

4۔ مندر نرسنپوری

ہندو تریمورتی میں وشنو خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ وسنو کی تجسیم صفتی کے بعد، جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، نارسنھ جی قلعے میں اس کے تخت پر جا بیٹھے اور مقلدین کو قلعے میں داخل ہونے کے سلسلے می دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس مشکل کے پیش نظر باوارام داس پجاری نے شہر میں ان کا ایک بت نصب کر دیا اور آٹھ سال بعد دیوتا کو ایک مندر بنا کر نصب کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس مقام پر، چیت کے مہینے میں، ایک بہت بڑا میلہ لگنے لگا اور ہزاروں لوگ اس میں شرکت کرنے کے لئے آنے لگے۔[14]

5۔ مندر جوگ مایا

یہ مندر شہر ملتان سے بجانب جنوب ایک میل واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نرسنگھ اوتار کا غیظ وغضب دور کرنے کے لئے جوگ مایا بھی یہاں آئی۔ پہلے یہاں ایک چبوترہ تھا۔ جس پر بکرے وغیرہ چڑھائے جاتے تھے۔ جب اورنگ زیب کے زمانے میں توتلامائی کے مندر کی جگہ مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کی گیا تو اس مقام کے سب جوت خود بخود منتقل ہو گئے۔ تب سے اس تھلہ کا نام جوت استھان ہو گیا۔ رفتہ رفتہ جوگ مایا کے نام سے یہ مندر مشہور ہوا۔ اورنگ زیب کی عمدادی سے لے کر پٹھانوں کی عملداری تک ہندو لوگ خفیہ طور پر اس مندر پر جا کر پوجا پاٹھ کرتے اور چڑیا واچڑھاتے تھے جو مسلمان لیتے رہے۔ پھر دیوان ساون مل نے کئی ہزار کی لاگت سے پختہ مندر بنوایا اور عام اجازت درشن کی ہوئی۔ 1876 میں لالہ نرسنگھ داس صاحب سپر نٹنڈنٹ محکمہ کمشنر بندوبست کی کوشش سے اس مندر کی مرمت کرائی گئی۔ سال بھر میں دو دفعہ یعنی ماہ چیت اور ماہ اسوج کے نوراترہ میں یہاں میلہ لگتا ہے۔ مندر کے اندر ہر وقت جوت روشن رہتے ہیں۔[15]

6۔ رام تیر تھ

یہ ہندو دیوتا شری رام چندر کا استھان (تالاب) ہے جو بیرون دہلی دروازہ میلسی اور دنیا پور کی سڑکوں کے مقام اتصال پر واقع ہے۔ اس خام یادگار پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں تالاب اور مندر بنا۔ بھادوں کے مہینہ میں یہاں پورنماشی کا میلہ لگتا تھا۔[16]

7۔ گیان تھلہ

خونی برج سے جانب مشرق ٹی بی روڈ پر ایک ہندو استھان گیان تھلہ کے نام سے مشہور تھا۔ جو ایک وسیع مکان اور کنویں پر مشتمل تھا۔ یہاں ہندو سادھو اور اپدیشک جمع ہوتے تھے۔ اور گیتا کا گیان دیتے تھے۔ آزادی کے بعد یہ گیان مدرسہ عربیہ خیر المدارس کی توحید پرور درس گاہ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ یہ ہی انقلاب زمانہ ہے کہ جہاں سے اذانیں بلند ہوتی ہوں وہاں سے گھنٹیاں بجنے کی آواز آنے لگتی ہے اور جہاں بتوں کی پرستش کی جاتی ہو وہاں توحید کے نغمے بھوٹنے لگتے ہیں۔[17]

8۔ سمادھ سوان مل

ان اہم آثار کے علاوہ دولت دروازہ کے باہر اور شاہ شمس کے قریب سمادھ دیوان ساون مل ہے۔ جہاں پر اس کی عنصری خاکستر ایک مخروطی گنبد نما عمارت کے نیچے دبی ہے! باہر کی طرف تالاب اور اس کے ارد گرد باغ ہے؛ بیرونی فیصل سے گنبد تک ہر چیز مثمن شکل کی ہے۔[18]

9۔ ہنومان کا مندر

ملتان شہر کے ہر ایک دروازہ کے اندر کوئی نہ کوئی مندر بنا ہوا ہے اور بعض جگہوں پر تو ہنومان کی مورتیاں رکھی ہرئی ہیں۔ اور خصوصاً چوک بازار میں ہنومان کا مندر قابل دید ہے۔

10۔ مندر جین سوئمبر مندر

یہ مندر چوک بازار کے قریب چوڑی سرائے میں واقع ہے اور اسے جین سوئمبروں نے ساٹھ ہزار روپیہ خرچ کرکے بنوایا تھا۔ اس مندر میں ایک چھوٹی پاٹھ شالہ بھی ہے۔

11۔ حسوان ناتھ مندر

رام تیر تھ کے جنوب میں ہندوؤں کا شمشان واقع ہے جس کے ساتھ ایک دھرم سال ہے۔ اس مقام 12 ستمبر

1848ء کو ملتان میں سخت لڑائی ہوئی تھی۔[19]

(ب) ملتان کی مہریں

ہندو دور میں ملتان میں استعمال ہونے والی مہروں کے حوالے سے ایک برطانوی سرکاری افسر جس نے 1841ء میں ہندوستان کی تاریخ پر کتاب بھی لکھی) نے اس نے ملتان کا پہلا سکہ دریافت کیا اور اس کے اس کام میں جنرل کورٹ اور جنرل وینٹیورا بھی شامل تھے۔ یہ ایک سہ انداز تکوانی سکہ تھا جس پر ایک بادشاہ کے جسم کا بالائی حصہ کندہ تھا جس پر ایک شیر کا سر بنا ہوا تھا۔ اس سکے کی پشت پر ایک دیوتا کی پشت پر ایک دیوتا کی شکل کا نقش کندہ ہے جسے جیمز پرنسپ، ہندوستانی نوآبادیوں کا منتظم اور پہلا دانشور جس نے اشوک اعظم کے احکامات کا رمز کشائی کی، ایرانی دیوتا متر اقرار دیتا ہے جبکہ کنہنگم کے نزدیک یہ نقش ادتیا سورج دیوتا کا ہے۔

دوسرا سکہ پہلے سکے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور یہ مشہور ایرانی حکمران خسرو پرویز کا ہم عصر ہے۔ اس پر ایک بادشاہ کی شبیہہ کندہ ہے جس نے سر پر پروں سے بنا ہوا تاج پہنا ہوا ہے اور اس کے حاشیے پر پہلوی تحریر درج ہے۔ اس سکے کی پشت پر ہندوستانی سورج دیوتا کی تصویر بنی ہوئی ہے اور حکمرانی کا سینتیس واں سال درج ہے جو کہ 626 عیسوی کا بنتا ہے۔

تیسرا سکہ دوسرے سکے سے بہت قریبی تعلق کی روشن شہادت ہے اور ظاہری طور پر دوسرے سکے کی طرح ہی لگتا ہے۔ جناب ٹامس نے اس سکے وپر موجود پہلوی تحریر کی رمز کشائی کی تو یہ تحریر سامنے آئی " منصف منصفاں شوورا شور، براہمن شاہ ملتان " اس سکے کی پشت پر سورج دیوتا کی وہی شبیہ موجود ہے جو باقی دو سکوں پر پائی گئی ہے اور حاشیے سے ایک طرف " سری واشو، واشو دیوا، اور دوسری طرف " پنچائی زووَلستان " کے الفاظ موجود ہیں۔ آخری سکے پر ملتان کا لفظ واضح طور پر موجود ہے اور سکے کی پشت پر موجود سورج دیوتا (ادتیا یا مترا) کی تصویر ہے جو انڈو ایرانی اساطیر میں روشنی کے دیوتا مانے جاتے ہیں۔[20]

(ج) اسلامی الصنادید

اسلامی عہد ملتان کی 712 عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ عہد ایک ہزار سال سے 1300 سال کے زائد عرصے پر محیط ہیں ملتان میں قبور اور مساجد سے لے کر شاہی محلات تک تعمیر ہوئے۔ جن میں سے کچھ محفوظ ہیں۔ ملتان کے مخصوص طرز تعمیر سے متعلق جو عمارات اس وقت موجود ہیں ان میں بیشتر خلجی اور تغلق حکمرانوں کے دور

سے تعلق رکھتی ہیں ۔ ملتان کے پانچ جلیل القدر صوفیائے کرام کے مقابر اس طرز تعمیر کی وضاحت اور خصوصیت کے امین ہیں۔ ان میں ہر ایک مزار کے بزرگ کی زندگی کے ساتھ ملتان کی تاریخ وابستہ ہے۔ ان مقابر کی تواریخ تعمیر تقریباً ایک سو ستر سال کے عرصہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ یعنی نصف بارہویں صدی عیسوی سے چودھویں صدی تک گو مختلف ادوار میں ان مقابر کو کافی نقصان پہنچتا رہا ہے۔ تاہم ان کی اصل شکل اور تعمیر میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں کی گئی۔ گو یا مرمت اور حفاظت کرنے والوں نے ہر دور میں اصل نقشے کی قدر و منزلت کو مد نظر رکھا ہے۔ ملتان کے قدیم مزاروں میں مندرجہ ذیل مقابر مخصوص فن تعمیر کے زمرے میں آتے ہیں جب کہ یہ فن تعمیر کے تدریجی اور تقاء کو بھی پیش کرتے ہیں۔

1۔ مقبرہ حضرت شاہ یوسف گردیزی(1252ء)
2۔ حضرت شاہ بہاء الدین زکریا ملتانی(م1262ء)
3۔ حضرت شاہ شمس سبز داری۔(م1272ء)
4۔ حضرت شاہ رکن عالم۔(تعمیر مزار1360ء)

تمام مزار اینٹوں سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ایک کی تعمیر میں لکڑی بھی استعمال ہوئی۔ جبکہ چمکدار رنگوں والی روغنی ٹائیلوں سے آرائش وزیبائش کی گئی ہے۔ پہلے چار مزار چوکور نقشہ پر جبکہ آخری سب سے بڑا اور اہم مزار حضرت رکن عالم ہشت پہلو نقشہ پر بنایا گیا ہے جس کی بیرونی دیواریں اور کناروں کے بُرج ڈھلوان ہیں۔

1 خانقاہ شاہ یوسف گردیز

سید ابو الفضل محمد یوسف گردیزی 450 ھ میں بمقام گردیز پیدا ہوئے جو افغانستان کے شہر غزنی کے قریب ایک قصبہ ہے۔ آپ نے 481ھ میں سرزمین ملتان کو سرفراز فرمایا۔ جبکہ آپ ابھی اکتیس برس کے تھے ۔ آپ بڑے صاحب کشف و کرامات تھے۔ جب کے اظہار سے آپ کو جدبزگوار منع فرمایا کرتے تھے۔ اہل ملتان کو آپ کی کرامات کا اس وقت اندازہ ہوا۔ جب آپ ایک شیر پر سوار ہاتھ میں سانپ کا تازیانہ سنبھالے ملتان پہنچے جس کی شہادت آج تک مندرجہ ذیل شعر دے رہا ہے۔ جو آپ کے مزار کی پشت پر لکھا ہوا ہے۔

دانی سوار شیر کہ در دست مار کرد
مخدوم شاہ یوسف ایں جا قرار کرد

ملتان تشریف آوری سے قبل یہاں قطب الاولیا حضرت شاہ موج دریا تبلیغ دین میں مصروف تھے۔ حضرت شاہ یوسف گردیز نے ان کے ہاں قیام کرنے کا فیصلہ کیا اور آپ حضرت موج دریا کے دست راست بن گئے کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ موج دریا فوت ہوگئے۔ جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا اور وہ پل موج دریا پر زیر تجویز سٹیٹ بنک بلڈنگ کے مغرب میں دفن ہوئے جہاں اب بھی آپ کی قبر اور مسجد موجود ہے۔ آپ زیادہ تر وقت عبادت میں گزارتے۔ جب عبادت سے فارغ ہوتے تو رشد و ہدایت میں مصروف ہو جاتے اور جوق در جوق لوگ آتے اور آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوتے۔ پچاس سال تک یہاں فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد راہیئے ملک عدم ہوئے۔ آپ کا مقبرہ اندرون بوہڑ دروازہ فصیل کے قریب واقع ہے۔ آپ کا مقبرہ فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے اور ملتانی کاشی کے فن کا مظہر ہے۔ اس مقبرہ کے ارد گرد گردیزی خاندان آباد ہے۔[21]

مزار حضرت گردیزی۔ ملتان کے مقابر و مزارات میں جو اپنے طرز تعمیر کی وجہ سے یہاں کی نشانیاں بن چکے ہیں سب سے قدیم حضرت شاہ یوسف گردیزی کا مزار ہے۔ یہ بوہڑ دروازہ کے قریب النگ سے ملحق واقع ہے۔ اس کی تعمیر کا سن مؤرخین نے ۱۱۵۰ عیسوی بتاتا ہے۔ سید اولاد علی گیلانی کے مطابق اس کا نمونہ انڈیا آفس لندن کے ایک کونہ میں محفوظ ہے۔ سید محمد یوسف گردیزی ۱۰۸۶ء میں ملتان آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ ان دنوں دریائے راوی بوہڑ دروازے کو چھو کر گزرتا تھا۔ آپؒ نے اپنے قیام کے لیے اسی جگہ کو پسند کیا اور پچاس سال بعد اپنی جائے قیام پر ہی مدفون ہوئے۔ آپ کے مقبرے کی تعمیر چودہ سال میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ فنی طور پر آپ کو مقبرہ انتہائی سادہ اور چکور شکل کا ہے۔ اس کی ہموار چھت 37 فٹ لمبی اور 32 فٹ چوری مستطیل شکل کی ہے۔ یہ عمارت آٹھ انچ لمبی اور دو انچ موٹی اینٹوں کی بنی ہوئی ہے۔ دروازوں کے اوپر چھت کو سپورٹ دینے کے لیے اینٹوں سے قوس کا محراب بنایا گیا ہے۔ جو اسلامی فن تعمیر کا اولین مظہر ہے۔ اسقف میں چھوٹے چھوٹے آئینے اور دیواروں کے اندر اور باہر نیلے رنگ کی روغنی ملتانی ٹائیلوں کو بیل بوٹوں کے انداز میں جڑا گیا ہے۔ جس سے منظر دیدنی ہو گیا ہے۔ مربع جسامت کے لکڑی کے لمبے ٹکڑے کونوں میں مضبوطی پر تشدید کے لیے نصب کئے گئے ہیں۔ چوبیں نقشین کاری کا اولین نمونہ شاہ دروازہ پر کتبہ تاریخ درج تھا۔ جو اب لاہور میوزیم میں محفوظ ہے۔ کتبہ کے اشعار آپؒ کی کرامات کی عوامی روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

دانی کہ سوار شیر کہ در دست مار کرد مخدوم شاہ یوسف اینجا قرار کرد

اگر گیتی سراسر باد گیرو چراغ مقبلاں ہر گز نمیرد شاہ یوسف تولدش می داں شاہ گردیز او صال بخواں

ملتان کی یہ سادہ اور دلکش عمارت اس خاص فن تعمیر کا پیش خیمہ بنی جس نے تقریباً ایک صدی بعد نہ صرف ملتان بلکہ پورے ہندوستان میں اسلامی ایرانی روایات کو روشن کر دیا اور منفرد پر شکوہ اور دیدزیب طرز تعمیر کی تکمیل کی جو برصغیر میں مغل فن تعمیر کا پیش روگھا۔ ایسی سادہ مسطح عمارات سے مسلمان معماروں نے عظیم قلعہ نما تعمیرات بنائیں، جن میں آڑے ستونوں، بلند محرابوں اور مدور گنبد استعمال کیے گئے۔ فن تعمیر میں یہ ترقی ایرانی اور سلجوقی اثرات کے ماتحت ہوئی جو قتاً حملہ آوروں کے ساتھ برصغیر میں داخل ہوئے۔

ایک انگریز مؤرخ جان ٹیری حضرت شاہ یوسف گردیزی کے مزار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے " ملتان می خشتی مقابر کی تعمیرات کا ایک سلسلہ ہے جو 1226 اور 1320 کے درمیان تعمیر ہوئے مگر ان کے ساتھ ایک پیشرو عمارت (مقبرہ شاہ یوسف) کو بھی شمار کرلینا چاہیے۔ یہ مزارت ان اینٹوں سے بنے ہوئے ہیں جن کا رورو غنی نقش ونگار سے بنایا گیا ہے۔ یہ طریقہ ایران سے اخذ کیا گیا۔ اس طرز تعمیر میں اینٹوں کو تراش کر کنارہ بہ کنار قوس میں جوڑا گیا ہے۔ جیسے صحیح مرکز سے پھوٹی ہوئی سطور کے نکات دائرہ میں منضبط ہو جاتے ہیں۔[22]

2۔ بہاء الدین زکریاؒ

نام زکریا، کنیت ابو محمد اور ابو البرکات، لقب بہاء الدین شیخ الاسلام ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ وجیہ الدین محمد غوث اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ ہے۔ شیخ ابو بکرؒ آپ کے دادا اور مولانا حسام الدین ترمذیؒ نانا ہیں۔ آپ کے والد شیخ محمد غوث کوٹ کروڑ کے قاضی تھے، اور یہ علاقہ ان کو بطور جاگیر ملا ہوا تھا۔ بعد یہ منصب آپ کے چچا شیخ احمد غوثؒ کو ملا جو حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے والد شیخ جمال سلیمانؒ کے مرید تھے۔[23]

شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے سال دلادت کے بارے میں مورخین کی آرا یہ ہیں۔

آپ 566ھ میں پیدا ہوئے۔[24] آپ ایک مدت تک مرشد کی تلاش میں روئے زمین کی جادہ پیمائی کرتے ہوئے بالآخر حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ہاں پہنچے تو ان کی ذات گرامی کے ہو کر رہ گئے۔ یہاں تک کہ عرض پرداز ہوئے۔

مابعشق تونہ امروز گرفتار شدیم کہ گرفتاری مابوتورزروز ازل است

شیخ الشیخ نے آپ کو گلے لگالیا، بیعت سے مشرف کیا اور سترہ دن کی تربیت کے بعد اپنا مصلیٰؓ اور خرقہ خلافت عطا

کر دیا، جو ان تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشائخ کی معرفت پہنچا تھا۔ اپنے مرشد سے خلافت روحانی پانے کے بعد حضرت غوث بہاء الدین زکریاؒ نے مرشد کی ہدایت کے مطابق ملتان واپس آکر رشد وہدایت کا سلسلہ عام کیا۔ مراجعت کے وقت حضرت جلال الدین تبریزیؒ بھی آپ کے ہم رکاب ہوئے۔ نیشا پور پہنچ کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے حضرت شیخ فرید الدین عطار کو وسیلہ پکڑ لیا اور حضرت غوث بہاوالدین زکریاؒ ملتان چلے آئے، یہاں آکر آپ نے اصلاح وفلاح معاشرہ کا کام، اعلیٰ پیمانے پر انجام دیا۔ یوں تو آپ کے مریدوں اور فیض روحانی حاصل کرنے والوں کا سلسلہ پورے ایشیا میں پھیلا ہوا ہے۔ لیکن بر صغیر میں ملتان، سندھ، بلوچستان اور بنگال کو آپ کی روحانی سلطنت کہا جاتا ہے۔

مدرسہ بہائیہ زکریا

یہ سلسلہ سہروردیہ کا ملتان میں سب سے پہلا مدرسہ عالیہ تھا۔ جو حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے تعلیم دین و دنیا کے لئے قائم کیا تھا۔ یہ موجودہ خانقاہ کے ساتھ واقعہ تھا۔ آپ بہ نفس نفیس اس مین درس دیا کرتے تھے، آپ کے علاوہ آپ کے خاندان کے دیگر افراد مولانا نورالدین مولانا علاء الدین علامہ عبد القادر، مولانا محمد ادریس، مولانا امام بخش اور مشہور فلسفی مولانا علم الدین بھی یہاں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اس مدرسہ میں املا کا رواج تھا ہر ہفتہ میں تین دن املا کے لئے وقف ہوتے تھے۔ طلباء اسباق کی تحریری مشق کرتے تھے، انہیں نقل کرتے اور وہ اچھے خطاط بن جاتے تے اور پھر یہی پیشہ اختیار کر لیتے تھے۔ حضرت زکریا خود بھی اچھے خطاط تھے، اس مدرسہ کے کتب خانہ کا شہرہ ہندوستان میں دور دراز تک پہنچ چکا تھا۔ وہاں سے ہر شعبہ حیات کے لوگ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے ملتان کھنچے چلے آتے تھے۔ اسی دور میں علوم اسلامیہ کی تدریس میں نمایاں تبدیلیاں ہوئیں، فقہ اور اصول فقہ کے ساتھ منطق اور معقول کی کتابیں بھی داخل نصاب کر دی گئیں۔ یہ مدرسہ اور کتب خانہ لنگاہ خاندان کے زمانہ میں مرزا حسین ارغوانی کے حملہ ملتان میں تباہ ہو گیا۔ اس کے رہے سہے آثار سکھوں نے مٹا دیئے۔[25]

محبت کو اپنا شعار بناؤ کیونکہ محبت وہ آگ ہے کہ جو تمام کثافتوں کو جلا ڈالتی ہے۔ ذکر و فکر سے سلوک کی راہیں طے کی جائیں تو سالک عارف بن جاتا ہے۔ مراقبہ کرنے والے اور اپنا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنے والا حق کے سوا ہر چیز کو اپنے دل سے نکال دیتا ہے۔ اور عیش و عشرت دنیا کو اپنے اور پر حرام کر دیتا ہے۔ جسم کی سلامتی کم

کھانے میں ہے۔ روح کی سلامتی ترک گناہ میں ہے۔ عقل کی سلامتی حصول علم سے، دل کی سلامتی ذکر و فکر میں ہے اور دین کی سلامتی رسالت پناہ ﷺ پر بکثرت درود بھیجنے میں ہے۔[26]

3۔ خانقاہ حضرت شاہ رکن عالم ملتانی (1251۔1356)

حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالمؒ الشیخ العارف صدر الدین محمدؒ فرزند اور حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے پوتے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت شیخ الاسلام کی نگرانی میں ہوئی اور دادا کے مرید ہوئے۔ والد کی وفات پر سلسلہ سہروردیہ کے سرراہ مقرر ہوئے اور دہلی کے دربار سے آپ کو شیخ الاسلام کا منصب نذر کیا گیا۔ سلاطین دہلی کے قلب و دماغ پر آپ کا بے پناہ اثر تھا۔ جب آپ عوام کے مقدمات کے تصفیہ کے لئے دہلی تشریف لے جاتے تو بادشاہ مع علماء کا برامراء ایک منزل آگے پیشوائی کو حاضر ہوتا اور دو لاکھ اشرفی نذر کرتا۔ جو آپ دہلی پہنچتے ہی فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے۔ واپسی پر پانچ لاکھ اشرفی نذر ہوتی۔ وہ بھی وہیں بانٹ کر خالی ہاتھ ملتان آتے اور فرماتے ملتان کے لئے ہم خود کافی ہیں۔ آپ نے دومتبہ سلطان علاء الدین اور تین بار سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں دہلی کا سفر کا کیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانے میں آپ کے کئی سال تک دہلی میں مقیم رہے۔ حضرت محبوب الہیٰ نظام الدین اولیاء سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ ان کا آپ کی موجودگی میں ہی انتقال ہوا اور ان کا جنازہ آپ ہی نے پڑھایا۔ امیر خسرو مرشد کے انتقال کے چھ ماہ بعد لکھنؤ سے دہلی آئے اور محبوب کے فراق کو برداشت نہ کرتے ہوئے 18 شوال 735ھ (1342ء) کو ان سے جا ملے۔ حجرت قطب الاقطاب نے ان کا جنازہ بھی پڑھایا اور پھر ملتان تشریف لے آئے۔ سلطان محمد تغلق نے جب ملتان میں قتل عام کا حکم دیا تو اسے برہنہ سر دربار میں حاضر ہو کر موقوف کرانے والے آپ ہی تھے۔ محمد تغلق اپنے باپ کے تعمیر کردہ فقید المثال پر شوکت مقبرہ اور سو دیہات نزر کر کے چلا گیا۔ آپ نے مقبرہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے شہرہ آفاق مدرسہ بہائیہ کی تحویل میں دے دیا۔ اور اراضی اپنے مستحق مریدوں میں تقسیم کر دی۔ ابن بطوطہ ملتان رہا تو آپ کے مہمان خانے میں ٹھہرا۔ آپ نے چھیاسی برس کی عمر میں ۷ جمادی الاول 747ھ (1346ء) کو بوقت عصر سجدے کی حالت میں انتقال فرمایا۔ آپ کو دادا کی پائینتی دفن کیا گیا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق ملتان آیا تو خواب دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا" تم لوگوں نے قطب الاقطاب کو میری پائینتی میں دفن کر دیا ہے۔ اس سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ تم ان کے صندوق کو دوسرے

مقبرے میں منتقل کر دو" سلطان محمد تغلق نے جو مقبرہ بذمانہ صوبیداری دیپالپور محال خالصہ کی آمدنی سے اپنی قبر کے لئے تیار کرایا تھا۔ تابوت کو اس مقبرہ سلطانی میں منتقل کیا گیا۔ خود فیروز شاہ تغلق نے تابوت کو کندھا دیا۔ آپ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ آپ نے اپنے داماد حضرت صدر الدین محمد کو مسند غوثیہ پر متمکن کیا۔ آپ کے اکابر خلفاء میں حضرت سلطان التارکین حمید الدین حاکم کا نام سر فہرست ہے۔[27]

4۔　شمس تبریز

آپ کا نام شمس الدین ہے۔ اصل میں سادات سبز دار سے ہیں۔ غلطی سے تبریزی مشہور ہو گئے۔ حضرت شمس تبریزیؒ کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو حضرت مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی شریف کے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شاہ صلاح بن شاہ مومن سادات حسینی میں سے ہیں اور حضرت اسماعیل فرزند حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ حضرت عبد الہادی غزنوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ریاضت و مجاہدہ کر کے ولی کامل بنے۔ آپ کی دعا سے خاندان غزنوی کا ایک شہزادہ دوبارہ زندہ ہوا۔ ملتان کی گرمی اور شدت تپش آپ کو آپ کی بد دعا سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کی بابت کئی روایتیں مشہور ہی جو زبان زد خلائق ہیں۔ موجودہ مقبرہ کی تعمیر تین سو برس سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی پہلی عمارت غالباً حوادث زمانہ سے گر گئی ہو گی۔ اس مزار پر بموقع عید الفطر، عید الاضحیٰ، آخری چہار شنبہ و شب برات کے بعد پہلے جمعہ کو بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ آپ کی اولاد میں بڑے بڑے ولی گزرے ہیں۔ آپ حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانیؒ کے ہمعصر بتائے جاتے ہیں۔ جب آپ ملتان تشریف لائے تو آپ حضرت غوثؒ نے ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا آپ کی خدمت میں بھیجا جس سے مراد یہ تھی کہ یہ شہر تو پہلے ہی سے اہل اللہ سے پر ہے اس میں کسی صاحب باطن کے لیے مزید گنجائش کہاں ؟ آپ نے اس پیالے میں گلاب کے پھول کی پتی ڈال دی جس سے مراد یہ تھی کہ گنجائش تو ہو سکتی ہے۔ حضرت غوثؒ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور ان کی شان کے مطابق ان کی خاطر و مدارات کی۔ ۱۲۷۶ء میں شمس الدین وفات ہو گئی اور ان کے پوتے نے ان خانقاہ کو ۱۳۳۰ء میں تعمیر کرایا۔ ان کی بابت بہت سی روایتیں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ فقیر آگ لینے کے لیے سارا شہر پھرا مگر کسی نے اس کی خواہش پوری نہ کی۔ آخر کار تنگ ہو کر سورج سے التجا کی کہ تو میرا ہم نام ہے مجھے آگ کی ضرورت ہے مگر کوئی نہیں دیتا۔ اس لیے میری مدد کر۔ سورج نیچے اتر آیا اور ملتان کے لوگوں کو سخت سزا دی یعنی یہاں گرمی سخت پڑنے لگی۔[28]

خلاصہ بحث

تاریخ ملتان کے مد و جزر میں کئی راز پنہاں ہیں، ملتان اپنے نام کے لحاظ سے ہندو دیوتاؤں اور رگ وید کے بھجن میں موجود سنسکرت زبان میں اب بھی موجود ہے لیکن محمد بن قاسم کے بعد سے بے شمار مذہبی بزرگ ہستیاں، اور علم و فضل کے حامل لوگوں نے ہندوستان کی طرف تبلیغ دین کے لئے رخ کیا، جنہوں نے سندھ و ملتان کو رشد وہدایت کا مرکز بنایا۔ ان صوفیاء کرام کا مطمع نظر فقط اسلام کی اشاعت ہی نہیں تھا بلکہ اسلام حقیقی کا فروغ تھا۔ جس کی ضرورت فقط غیر مسلموں کو ہی نہیں تھی بلکہ بہت سے مسلمانوں کو بھی تھی اور ان مشائخ روحانی اور علماء ربانی کے قول و عمل سے ہزاروں گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم نصیب ہوا۔ نیز اسی غزنوی عہد میں البیرونی کافی عرصہ ملتان رہے اور کتاب الہند" لکھی۔ مزید بر آں لاہور ملتان اور منصورہ کے غزنی کے تابع ہونے سے اس علاقے میں مذہبی اور فقہی امور میں وسط ایشیاء سے روابط کا آغاز بھی ہوا۔

[1] Syed Muhammad Latif, The Early History of Muslim,(Multan, Beacon Books, 2006),p 28.

[2] Munshi Abdu ur Rahaman Khan, Tarikh Multan, Zeeshan , (Multan, Aalmi Idara Ashat Uloom Islaymia, Chehlik, 1985), p26.

[3] Munshi Hakam Chand, Assistant Commissioner,Tawrikh Multan, 1884, (Multan , Bazam e Saqafat, Office The Public Libraray , Bagh Langay Khan, 2010), p42.

[4] Sabtain Gelani, Multan Mazi aur Hal kay Ainay main, (Multan Beacon Books, Gulgasht, 1994), 1: 14.

[5] Syed Muhammad Latif, The Early History of Muslim,(Multan, Beacon Books, 2006),p 29.

[6] Rig vaid, kitab chaharum, Aslok , (2), 23.

[7] Akhlaq Ahmad, Qadri,Tarikh Tamadn Multan, p25.

[8] Ibn e Hanif, Sat Daryawn ki Sarzameen,(Lahore, Sang Meel , Publication, Chowk Urdu Baza, 1987), 1:236.

[9] Munshi Abdu ur Rahaman Khan, Tarikh Multan, Zeeshan ,p29.

[10] Akhlaq Ahmad,Qadri, Tarikh Tamadn Multan, p337.

[11] Al Bairooni, Abu Rehan, Kitab ul Hind, (Lahore, Book Talk, Temple Road, 2013), p34.

[12] Ibn e Hanif, Sat Daryawn ki Sarzameen,1: 250.

[13] E.D. Makligan, Gazetteerof Multan,(Lahore, Al Faisal, Ghazni Street, Urdu Bazar, 2012), p324.

[14] Syed Muhammad Latif, The Early History of Muslim,p35.

[15] Syed Muhammad Abu Aulad Ali Gelani, Murqa Mooltan, (Lahore, Jazib Publishers, 1995), p 221.

[16] Munshi Abdu ur Rahaman Khan, Tarikh Multan, Zeeshan, p483.

[17] Akhlaq Ahmad,Qadri, Tarikh Tamadn Multan, p340.

[18] Sheikh Ikram ul Haq, Arza e Multan, (Lahore, Wafaq Printing Press), p128.

[19] Ray Zada Teerah Ram, Multan ma Tasveer Multan, (Multan , Javaid Academy, Kutchery Road, 006), p50.

[20] Syed Muhammad Latif, The Early History of Muslim,p26,27.

[21] Munshi Abdu ur Rahaman Khan, Tarikh Multan, Zeeshan ,p189.

[22] Akhlaq Ahmad,Qadri, Tarikh Tamadn Multan, p342,344.

[23] Muhammad Naseem Abbasi, Hazrat Bahauddin Zakarya Suhawardi,(Lahore, Mekhma Auqaf, Punjab,1988), p 6.

[24] Urdu Daira Maaraf Islami, (Lahore, Punjab University) 5: 94.

[25] Ateeq Fikri, Naqsh e Multan, (Multan Fikri Academy, Majlas Tarikh w Saqafat, 1982), 1:455.

[26] Munshi Abdu ur Rahaman Khan, Tarikh Multan, Zeeshan ,p192.

[27] Sajjad Hadeed Pervaiz,Multani, Cultural Survey LokVirsa , Islamabad ,(Lahore, Al Faisal, Ghazni Street, Urdu Bazar, 2007), p74.

[28] Khalil Ahmad, Multan, Daima Abad, Multan , Tarikh, Adab , Saqafat aur Tasawaff, (Lahore, Fiction House, 2014), p588.